وَصَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — درسِ حدیث — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

مالِ محمود اور مالِ مذمُوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

دارُالاسباب (دنیا) میں انسان کو وہ چیز بہت زیادہ محبوب ہوتی ہے جس کے ذریعہ اُس کے سارے کام با آسانی ہوں اور وہ ''مال ودولت'' ہے، دُنیا کے سارے کام اس کے گرد گھومتے ہیں اس کے ذریعہ تقریباً ہر کام بہ سہولت اور جلدی ہو جاتا ہے، دنیا میں تمام خواہشات اِس کے ذریعہ جلد پوری جاتی ہیں اس لیے انسان کو اِس سے بہت محبت ہوتی ہے ہر وقت اس کے کمانے اور جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے محفوظ رکھتا ہے۔

مال فی نفسہٖ بُری چیز نہیں اس کا استعمال جیسے ہوگا ویسے ہی اُس کا حکم ہوگا، اگر دولت خدمتِ اسلام کے لیے استعمال ہو تو پھر یہ بُری چیز نہیں بلکہ مبارک اور محمود ہے جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی تعالیٰ عنہم اور دیگر حضرات کے اموال جو اسلام ہی کے لیے خرچ ہوئے اور انہوں نے اس کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔

ہاں اگر مال کا استعمال غلط طرح ہو مثلاً شراب نوشی، رشوت، زنا کاری اور دیگر ناجائز اُمور پر صرف کیا جائے اور اس میں سے زکوٰۃ نہ ادا کی جائے، مستحقین کی اِمداد نہ کی جائے، پڑوسیوں کا خیال نہ رکھا جائے، امانت واپس نہ کی جائے، غرضیکہ ناجائز طرح سے کمایا جائے اور ناجائز طرح سے خرچ کیا جائے تو ایسا مال وبال بن جاتا ہے اور یہ تمام خرابیاں (بخل، خیانت وغیرہ) مال کی محبت کی وجہ سے پیدا

ہوتی ہیں اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے بار ہا انسان کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ مال کی محبت دل سے نکال دو تاکہ وہ تمام خرابیاں جاتی رہیں جو مال کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کو اگر مال و دولت سے محبت ہو تو وہ مال غلط استعمال کرتا ہے اور غلط ذرائع سے کماتا ہے، اگر اُس کو خدا اور رسول ﷺ سے حقیقی محبت ہو تو وہ مال خدا اور رسول ﷺ کے منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے اور خدا اور رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق کماتا اور خرچ کرتا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے جس چیز سے روکا ہے وہ مال کی محبت ہے، مال کمانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کمانے کے جائز طریقے خود بتلائے ہیں، بعثت سے پہلے آپ خود بھی تجارت فرماتے رہے اور بڑا نفع حاصل کیا۔ جو روایت آج بیان کرنی تھی یہ اُس کی تمہید ہوئی، روایت میں ارشاد ہے :

یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ یعنی بندہ کہتا ہے کہ یہ مال میرا ہے یہ مال میرا ہے وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلٰثٌ حالانکہ جو کچھ اسے حاصل ہے اُس میں سے اس کا صرف تین طرح کا مال ہے :

(۱) مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی یعنی جو کھالے اور اُسے فنا کردے۔ ''فنا'' کا مطلب یہ ہے کہ صرف کھایا ہی نہیں بلکہ ہضم بھی کرلیا اور جو کھایا نہیں یا کھایا تو ہے مگر اُسے ہضم نہیں کرسکا تو یہ مال اُس کا نہیں۔

(۲) اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰی یا پہنے اور پہن کر پُرانا کردے، یہاں بھی پرانے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ صرف پہننے سے اُس کا مال نہیں بن جاتا بلکہ پرانا کرنے سے، اگر کوئی نیا کپڑا پہن لے تو جب تک وہ پرانا اور فنا نہ ہوگا اُس کا نہیں کہلایا جاسکتا، معلوم نہیں کہ یہ کپڑا وہ خود اُتارے گا یا دوسرے اُتاریں گے یعنی یہ خبر نہیں کہ وہ اِس کپڑے کے ختم ہونے تک زندہ بھی رہے گا یا پہلے ہی وفات پا جائے گا ہاں اگر پہنتے پہنتے اُس کے پاس ہی پرانا ہوگیا تو پھر یہ واقعی اس کا مال تھا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بچی اُمِ خالد لائی گئی، اُس کے سر پر دوپٹہ تھا حضور ﷺ نے اُس کو دُعا دی کہ پرانا کرتی رہے پرانا کرتی رہے یعنی (برت کر) کپڑے پرانے کرتی چلی جائے، مقصد یہ ہے کہ تو زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

(۳) آگے ارشاد ہے اَوْاَعْطٰی فَاَقْتَنٰی یا خدا کی راہ میں دے دے اور ذخیرہ بنادے

جو اُسے آخرت میں کام آئے۔

پھر فرمایا وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِکُهٗ لِلنَّاسِ [۱] یعنی جو کچھ اِن تین کے سواء ہے تو اُس کا یہ حال ہے کہ یہ شخص تو چلا جائے گا اور جو جمع کیا ہے وہ لوگوں کے لیے چھوڑ جائے گا۔

گویا صرف تین طرح کا مال حقیقتاً اُس کا ہے اور وہ اسے اپنا مال کہہ سکتا ہے :

(۱) جو کھا کر ہضم کرلے (۲) جو پہن کر پُرانا کردے (۳) جو خدا کی راہ میں صرف کردے اور پھر نام نہ لے بلکہ اُسے خزانہ کی طرح چھپا کر اپنے اور خدا کے درمیان رکھے۔ ان تین طرح کے علاوہ مال کو دوسرے لوگ خرچ کریں گے وہ چھوڑ کر چلا جائے گا۔

ایک روز یہی بات نہایت خوب صورتی سے سمجھانے کے لیے حضور ﷺ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، فرمایا : اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِهٖ یعنی تم میں سے کون ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو ؟ (یعنی یہ چاہتا ہو کہ میرے پاس مال نہ ہو اور وارث کے پاس ہو)۔ قَالُوْا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ یعنی ہم میں تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ نے فرمایا فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ [۲] فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو پہلے بھیج دے اور اپنے وارث کا مال وہ ہے جو بعد کے لیے چھوڑ جائے۔

مراد یہ ہے کہ جسے اپنے مال سے محبت ہے اُسے چاہیے کہ وہ آگے کے لیے بھیجے وہی حقیقت میں اُس کا ہوگا اور جو رہ جائے گا وہ ورثا کا ہوگا۔ غرضیکہ جو مال شریعت کے مطابق جمع کیا جائے اور شریعت کے مطابق خرچ کیا جائے وہ اچھی چیز ہے، قرآنِ کریم میں ایسے مال اور ایسی دولت کو ''فضل وخیر'' جیسے اچھے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو دولت غیر شرعی طور پر کمائی جائے اور غیر شرعی طور پر صرف کی جائے وہ دولت ''مذموم اور ملعون'' ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۵/جنوری ۱۹۶۸ء)

---

[۱] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۶۶

[۲] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۱۶۸